نعت گوئی...... دلیل عشق ومحبت ضرور مگر......

مولانا محمد مجیب الدین قاسمی * (ایم اے)

انسانی جذبات کے اظہار کا مؤثر ترین ذریعہ ''شعر'' ہے؛ کیونکہ شاعری خالص جذبات کے اظہار کا نام ہے اور انسانی جذبات میں بھی جذبہ محبت کے اظہار کے لیے شعر کی زبان سب سے زیادہ موزوں ہے؛ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہو کہ شعر کا اصل موضوع ہی محبت ہے؛ اسی لیے شعر اور محبت کا ہمیشہ چولی دامن کا ساتھ رہا ہے؛ پھر عشق ومحبت بھی دو قسم کی ہے، ایک وہ جسے عشقِ مجازی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسرا وہ جسے عشقِ حقیقی کہتے ہیں، پہلے کا تعلق مخلوق سے ہے، دوسرے کا خالق سے، پہلے میں بظاہر جوش وخروش زیادہ ہوتا ہے لیکن پائیداری کم اور دوسرے میں عموماً ٹھراؤ ہوتا ہے اور پائیداری زیادہ، پہلا اکثر مرورِایام سے دھیما اور کمزور پڑ جاتا ہے اور دوسرے میں مرورِایام سے پختگی آجاتی ہے، پہلے کا منتہائے مقصود وصال ہے اور دوسرے کا مقصود رضائے دوست، پہلے کا تعلق صفات سے ہے اور دوسرے کا تعلق ذات سے؛ چونکہ درحقیقت عشق وہی ہے جو ذات سے ہو جس کا مقصود رضائے دوست ہو اور جو مرورِایام سے دھیما نہ پڑے اس لیے دوسری قسم کا عشق ہی عشقِ حقیقی ہے اور پہلی قسم کو محض مجازاً عشق سے تعبیر کردیا جاتا ہے؛ ورنہ حقیقت میں وہ عشق ہے ہی نہیں؛ لہٰذا عشق حقیقت میں وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے ہو اور عشق رسول بھی درحقیقت مخلوق ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ آپ خالق تک پہونچنے کا لازمی واسطہ ہیں، آپ کے بغیر کوئی شخص خالق تک نہیں پہنچ سکتا، اس لیے عشق خداوندی اور عشق رسولؐ دونوں لازم وملزوم ہیں؛ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خود ارشاد فرمایا کہ ''اگر مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے رسولؐ کی اتباع کرو'' (ال عمران:۳۱) اس لیے عشق خداوندی اتباع رسول کی شکل میں عشق رسول کے بغیر ناممکن ہے۔

شعر کا موضوع محبت ہے اور محبت کا اصلی موضوع حضور سرور دوعالمؐ کی ذاتِ گرامی اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے تو شاید زیادتی نہ ہو کہ شعر کا اصل موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہونی چاہیے اور شعر درحقیقت وہی شعر ہے جو اللہ یا اس کے رسولؐ کی محبت میں کہا گیا ہو؛ چنانچہ رسول اکرمؐ کا ذکر مبارک اور آپ کے شمائل واوصافِ عالیہ کا بیان؛ خواہ نثر میں ہو یا نظم میں یہ سب نعت رسولؐ کے زمرہ میں داخل ہے، مگر باعتبار عرف نعت کا اطلاق منظوم کلام پر ہوتا ہے؛ چونکہ نعت کا موضوع براہِ راست (مجاز واستعارہ اور تشبیہات کے بغیر) حضور سرور دوعالمؐ کی ذاتِ گرامی ہے؛ اس لیے یہ شاعری کی افضل ترین صنف ہے؛ بلکہ اسے شاعری کی آبرو کہنا چاہیے اور مسلمان شعراء نے اس پر نوع بہ نوع اسالیب کے ساتھ طبع آزمائی کی ہے اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا (ان شاءاللہ)۔

نعت جتنی مقدس پاکیزہ اور جتنی شیریں صنف سخن ہے اتنی ہی نازک بھی ہے، یہ محبوب مجازی کی تعریف والی غزلیں نہیں ہیں، جن میں رہوارِ خیال کو بےلگام چھوڑ کر جو منھ میں آئے کہہ دیا جائے؛ بلکہ یہ اس ذاتِ گرامی کا تذکرہ ہے جس کی عظمت وتقدس کے آگے فرشتوں کی گردنیں بھی خم ہوجاتی ہیں؛ لہٰذا نہایت محتاط طریقہ سے اس وادی میں قدم رکھنا ضروری ہے؛ تاکہ تمام اُمور کی بھرپور رعایت ہوسکے؛ کیونکہ نعت گوئی کے وقت ایک طرف تو ایک بے مایہ انسان اس احساس سے مغلوب ہوتا ہے کہ ؎

هزار بار بشویم دهن ز مشک وگلاب
هنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی ست

دوسری طرف اس ذاتِ اقدس کی صفات وکمالات کا تصور الفاظ کی تنگ دامنی کا احساس دلاتا ہے اور انسان یہ یقین کیئے بغیر نہیں رہتا کہ اظہار وبیان کے جتنے اسلوب انسان کے تصرفات میں ہیں ان میں سے کوئی بھی اس ذاتِ گرامی کی حقیقی تعریف وتوصیف کے لیے کافی نہیں ہوسکتے، تیسرے یہ کہ

جس ذاتِ اقدس کا ذکرِ مبارک نعت کا اصل موضوع ہے اس نے ہمارے ہر ہر قول وفعل کے کچھ آداب بتائے ہیں، ان تمام آداب کی کماحقہ رعایت کیئے بغیر کوئی نعت شریعت کے مطابق نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ جس طرح ہر عمل کے لیے کچھ شرائط وآداب ہوتے ہیں جن پر اس عمل کے مقبول ونامقبول ہونے کا مدار ہوتا ہے؛ اسی طرح شعر اور نعت گوئی کے بھی کچھ شرائط لوازمات اور آداب ہیں جن کا خیال رکھنا ایک نعت گو کے لیے نہایت ضروری ہے۔

نعت گوئی کے شرائط: ہر عمل کے مقبول ہونے کے لیے اوّلین شرط ایمان واسلام یعنی قلب وقالب کا ہر اعتبار سے دین حق کو قبول کرنا ہے، ارشادِ باری ہے **وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ** (ال عمران:۸۵) یعنی اور جو شخص اسلام کے سواء کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے ہرگز مقبول نہ ہوگا اور (وہ شخص) آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا (یعنی ثواب وکامیابی سے قطعاً محروم ہے)؛ لہٰذا ایمان کی صحت وسلامتی کی فکر ہر مسلمان کا اوّلین فرض ہے، اس کے بغیر کوئی عمل قابلِ قبول نہیں۔

نبی کریمؐ سے والہانہ عقیدت اور شیفتگی کو بھی نعت کے لوازمات میں اساس وبنیاد کا درجہ حاصل ہے؛ بلکہ یہ چیز تو تکمیل ایمان کے لوازمات میں سے ہے، ایک مؤمن صادق کو آپؐ سے کس قدر تعلق و محبت ہونی چاہیے اس کی طرف قرآن کریم میں یوں اشارہ کیا گیا ہے **النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ** (الاحزاب:٦) نبی کریمؐ سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو اپنی جان سے زیادہ؛ کیونکہ نبی کریمؐ کی تعظیم ومحبت ہی وہ نقطہ ہے جو ایک عاشق وصادق کو اپنے محبوب کے خیال میں مگن رہنے اور اس کے وصف ونعت میں محوِ سخن رہنے پر آمادہ کرتا ہے اور اسی کی بدولت اس کے کلام میں سوز وساز اور کیف واثر پیدا ہوتا ہے۔

نعت گوئی کی ایک شرط اطاعتِ رسول بھی ہے؛ کیونکہ حب رسول کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سنتِ رسول کا پابند ہو، بدعات سے مجتنب ومتنفر ہو اور شریعت (یعنی آپؐ کے لائے ہوئے تمام احکام) کو دل وجان سے قبول کرتا ہو؛ کیونکہ جس قدر محبت ہوگی اسی درجہ اطاعت وفرمانبرداری ہوگی۔

نعت گوئی کے بعض اہم آداب: شانِ رسالت میں مدح سرائی ونعت گوئی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا، نبی کریمؐ کی خوشنودی اور آخرت میں کامیابی ہو، محبوب رب العالمینؐ کا ارشاد ہے **انَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِيَّات** (بخاری) اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے، نیت کی درستگی سے معمولی کام بھی عبادت اور تقربِ الٰہی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور نیت کے فتور سے عبادت بھی درج قبولیت سے گر کر کرنے والوں کے لیے وبال بن سکتی ہے، جو لوگ محض تفریح طبع، خودنمائی اور گرمیٔ محفل کے لیے نعت کہتے ہیں وہ اس مقصد سے بہت دور ہیں؛ بلکہ ممدوح رب العالمین کی مدح وثناء کے جلو میں اگر خودستائی اور خودنمائی کے جذبات کارفرما ہوں تو یہ عمل شانِ رسالت میں سوء ادب کی وجہ سے اور زیادہ قابل نفرت اور مردود ہوگا بلکہ اس پر سخت گرفت کا اندیشہ ہے؛ اس لیے مدح رسالت اور شان نبوت میں نعت گوئی کے لیے نیت کی اصلاح سب سے اہم ہے۔

نعت گوئی کا دوسرا ادب حسنِ خطاب اور طرزِ ادا ہے، یعنی نعت کہتے وقت بھی طرزِ اظہار تشبیہ واستعارہ اور انتخاب الفاظ میں مقام ومرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے نہایت احتیاط سے کام لیا جائے، کلام میں ایسا انداز اختیار کرنا یا ایسے الفاظ لانا جس سے گستاخی، بیباکی، غیر شائستگی، ابتذال اور سوقیانہ پن کا اظہار ہوتا ہو نہایت درجہ کی بے ادبی ہے؛ کیونکہ اشرف الانبیاء محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نرم گفتاری تہذیب وشائستگی اور حسنِ خطاب سے پیش آنے کا حکم خود رب العالمین نے دیا ہے، ارشاد باری ہے **وَلَاتَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ** (الحجرات:۲) اور نہ ان سے کھل کر بولا کرو، جیسے آپس میں کھل کر بولا کرتے ہو، علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں ادب وتعظیم سے پیش آنا ضروری تھا اسی طرح آپؐ کی وفات کے بعد بھی یہ حکم برقرار ہے؛ اسی لیے آپؐ کے ساتھ ادب واحترام کا تقاضہ یہ ہے کہ نعت میں وہی ذکر ہونا چاہیے جو خدا کے نبیؐ کے شایانِ شان ہو اور جس کے پڑھنے اور سنانے سے لوگوں پر روحانی اور اخلاقی اثر پڑے، نہ یہ کہ نعتیہ قصائد سننے کے بعد دل پر یہ اثر ہو کہ کسی شاہد رعنا، خوش رو، خوش اندام اور نازک بدن کی تعریف ہے۔

نعت گوئی کا تیسرا ادب فرقِ مراتب کا لحاظ رکھنا ہے، اکثر شعراء عقیدت کی فراوانی میں عقیدہ کا دامن چھوڑ دیتے ہیں، وہ نعت لکھتے ہوئے خالق ومخلوق، الٰہ وعبد کے درمیان فرق کو نظر انداز کر جاتے ہیں اور تخیل کی نادرہ کاری اور مبالغہ کی رنگ آمیزی میں حد سے گذر جاتے ہیں؛ حالانکہ نبوت وعبدیت کا اصل کمال یہ ہے کہ نبی جامۂ بشریت میں رہتے ہوئے عبدیت اور نبوت کا ایسا کامل نمونہ ہو کہ اس کے بعد کوئی درجہ تصور میں نہ آ سکے؛ چنانچہ اس بارے میں قرآن کریم نے بارہا ورد دیا ہے قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکھف:۱۱۰) اور نبی کریمؐ کا یہ واضح اور صریح ارشاد ہے: لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا أَطْرَتْ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ (بخاری، حدیث نمبر:۳۴۴۵) میری مدح وثناء میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے معاملہ میں کیا ہے، خوب سمجھ لو کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس لیے تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہا کرو! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ محبت کا دعویٰ کیا؛ لیکن چونکہ یہ محبت کھوکھلی اور درحقیقت اطاعت کے عنصر سے خالی تھی اس لیے انہوں نے مبالغہ کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا دیا اور حب رسول جو مدارِ نجات تھی وہ اس جاہلانہ مبالغۃ کے نتیجہ میں شرک کا ذریعہ بن گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خطرناک انجام سے پہلے ہی آگاہ فرما دیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس سے آگے بڑھانا کہ خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک قرار دے دو یہ غلو ہے، تم نصاریٰ کی طرح کہیں اس غلو میں مبتلا نہ ہو جاؤ؛ چنانچہ مولانا الطاف حسین حالی نے اسی بات کو ان الفاظ میں بیان ہے ؎

تم اوروں کی مانند دھوکہ نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا

مری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا

سب انساں ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ

لہٰذا نعت کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں کسی بھی مرحلے پر اللہ اور رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے، ہر وہ شعر جو شرک کی ادنیٰ بو لیے ہوئے ہو جس میں آنحضرتؐ کی طرف خدائی صفات منسوب کی گئی ہوں یا اس کا کوئی شبہ پیدا ہو وہ درحقیقت نعت نہیں سرکار دو عالمؐ کے ساتھ معاذ اللہ بغاوت ہے؛ چنانچہ آج کل نعت گوئی میں اس قسم کے اشعار کی بہتات ہے جس میں نبی کریمؐ کی طرف اللہ تعالیٰ صفات منسوب کی گئی ہیں (نقل کفر کفر نہ باشد کے مسلمہ ضابطہ کے پیشِ نظر) چند اشعار بطورِ مثال پیش کیے جاتے ہیں ؎

اللہ کے قبضے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے

شریعت کا ڈر نہیں صاف کہدوں
خدا خود رسول خدا بن کے آیا ہے

تو بھی وہیں پہ جا جس در پہ سبھی کی بنتی ہے
اک تیری تقدیر بنانا اُن کے لیے کوئی بات نہیں

جتنا دیا سرکار نے مجھ کو اتنی میری اوقات نہیں......

ذرا غور کریں، یہ نعت تو کیا ہوئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا کھلا انکار ہے؛ بلکہ اس قسم کے مشرکانہ خیالات کو شاعرانہ خیال آفرینی کے پردہ میں گوارا کر لینا درحقیقت نعت جیسی پاکیزہ ومقدس صنف سخن کی توہین ہے جو کسی بھی صاحب ایمان کے لیے قابل برداشت نہیں ہونی چاہیے؛ چنانچہ بعض دیگر اشعار اس طرح ہیں ؎

نہ کیوں آج جھومیں کہ سرکار آئے
خدا کی خدائی کے مختار آئے

اٹھا کر میم کا گھونگھٹ جو جھانکا تیری کملی میں
تو دیکھا ذاتِ احمد میں احد روپوش رہتا ہے

تیرے کرم سے اے کریمؐ ہمیں کون سی شئے ملی نہیں
جھولی ہماری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

ان اشعار میں جہاں آپ کو خدا کی خدائی میں شریک ومختار بتایا گیا ہے؛ وہیں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ خدا کے پاس سوائے وحدت کے کچھ بھی نہیں،

بعض میں آپؐ میں خدا تعالیٰ کے حلول ہونے کا ذکر ہے تو بعض میں تقدیر خلائق کو آپ سے منسوب کیا گیا ہے، جب کہ بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ تقدیر کا اچھا برا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اب آپ خود فیصلہ کریں کہ ایسے کھلم کھلا مشرکانہ خیالات کو برداشت کرنے کا شرعاً کوئی جواز نکل سکتا ہے؟ آنحضرتؐ نے نعت میں ایسی باتوں کو بھی برداشت نہیں فرمایا جن میں شرک کا ادنیٰ شائبہ پیدا ہونے کا ذرا بھی احتمال ہو؛ چنانچہ حضرت رُبیّع بنت معوذؓ ایک انصاری صحابیہ ہیں وہ فرماتی ہیں کہ جس دن میری شادی ہوئی اس کے اگلے دن حضورؐ میرے گھر تشریف لائے اس وقت گھر کی کچھ بچیاں ترنم سے کچھ اشعار پڑھ رہی تھیں، ان اشعار میں کچھ شہدائے بدر کا تذکرہ تھا اور کچھ حضورؐ کی مدح ومنقبت تھی، اشعار پڑھتے ہوئے ان بچیوں نے ایک مصرعہ یہ پڑھا **"وفینا نبی یعلم مافی غد"** یعنی اور ہمارے درمیان وہ نبیؐ موجود ہیں جو کل کے حالات سے باخبر ہیں، یہ مصرعہ اگرچہ اس لحاظ سے درست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آئندہ پیش آنے والی بہت سی باتوں کا علم حضور اقدسؐ کو عطا فرمادیا تھا؛ لیکن الفاظ چونکہ عام تھے جن سے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ آپؐ کی طرف وہ علم منسوب کیا جارہا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے اس لیے آپؐ نے اس مصرعہ کو بھی گوارا نہ کیا اور ان بچیوں کو ٹوکتے ہوئے فرمایا: **اسکتی عن هذه وقولی التی کنت تقولین قبلها** یعنی اس (مصرعہ) کو نہ پڑھو اور پہلے جو پڑھ رہی تھیں وہ پڑھو۔

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضورؐ کو نعت میں کونسی باتیں ناپسند تھیں؟ اور ہر ایسا جملہ جس میں شرک کے معنی نہیں اس کا ذرا سا احتمال بھی موجود ہو اس کو نعت میں جگہ دینا خود موضوع نعت یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا ناپسند تھا۔

نعت گوئی کا چوتھا ادب جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا ہے، یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ حضورؐ دیگر تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور یہ بھی اپنی جگہ درست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات کے جامع ہیں، مثلاً یہ شعر۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ یدبیضاء داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس میں کوئی مبالغہ آرائی بالکل نہیں؛ لیکن اکثر شعراء الفت رسولؐ کی ولولہ انگیزی اور جوشِ عقیدت میں نبی الانبیاء اشرف الرسل کا دیگر انبیاء کرام سے تقابل کرنے میں ایسی بات کہہ جاتے ہیں جس سے دوسرے انبیاء کرام کی شان میں گستاخی اور ان کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے؛ حالانکہ اظہارِ عقیدت میں ایسی بے اعتدالی اور ایسا پیرایۂ بیان اختیار کرنا نہایت سنگین جرم ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے **لاتفضلونی علی الانبیاء** مجھے دوسرے نبیوں پر فضیلت مت دو، علمائے کرام نے آپؐ کے اس ارشاد کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ عقیدہ کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء علیہم السلام سے افضل قرار دینے کی ممانعت مقصود نہیں ہے؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس فضیلت کا بلاوجہ اس طرح تذکرہ کرنا جس سے کسی دوسرے پیغمبر کی شان میں کوئی ادنیٰ گستاخی یا ان کی ادنیٰ تنقیص لازم آئے کسی طرح جائز نہیں ہے؛ لہٰذا نعت میں بھی کوئی ایسا مضمون باندھنا جس سے کسی دوسرے پیغمبر کی شان پر کوئی حرف آتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی کھلی خلاف ورزی ہے جس سے ہر قیمت پر احتراز لازم ہے۔

نعت گوئی کا پانچواں ادب شاعر نعت کا اپنے کلام میں اصلاح لینا ہے؛ کیونکہ کلام الٰہی اور فرمان نبویؐ کے علاوہ کوئی کلام خطاء اور لغزش سے مبرا نہیں، اس لیے شعراء کا طریقہ کار رہا ہے کہ وہ کہنہ مشق شعراء سے اپنے کلام کی اصلاح لیتے ہیں؛ لیکن دربارِ رسالت میں نعت کہنے والے کے لیے مناسب ہے کہ شعراء کے علاوہ کسی صاحب دل عالم دین وواقف رموز شریعت کو بھی اپنا کلام دکھالے؛ تاکہ وہ کلام ظاہری وباطنی فنی اور علمی ہر لحاظ سے محاسن اور خوبیوں کا جامع ہوجائے، آنحضرتؐ نے خود کئی موقعوں پر منظوم کلام کی اصلاح فرمائی ہے؛ چنانچہ حضرت کعب بن زبیرؓ نے جب اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا تو اس میں ایک شعر اس طرح تھا۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ　　وصارم من سیوف الهند مسلول

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح فرمائی کہ سیوف الھند کے بجائے سیوف اللہ ہونا چاہیے؛ چنانچہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اصلاح قبول کرلی اور سیوف اللہ رہنے دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نعت گو شعراء اپنے کلام میں اصلاح کے اس پہلو پر نظر رکھیں اور اس سنت پر عمل کی نیت کریں تو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ ان کے کلام کو قبولیت حاصل ہو۔

نعت گوئی کا چھٹا ادب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کی پیشکشی ہے؛ کیونکہ نعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کے نتائج کو بیان کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اور نعت گو شاعر کا کمال یہ ہے کہ وہ ان مقدس تعلیمات کو ایسے دلنشیں اور جامع پیرائے میں بیان کرے کہ شعر کی لطافت بھی برقرار رہے اور حقیقت کی مکمل تصویر کشی بھی ہو جائے، مثلاً یہ شعر ۔

وہ رابط، دین ودانش کو کیا شیر وشکر جس نے　　وہ فاروق، زہد سے جس نے مٹایا داغ رہبانی

یہ شعر اپنے مضمون اور پیرایۂ اظہار دونوں کے لحاظ سے ایک مثالی شعر ہے جس میں آنحضرتؐ کی تعلیم زہد کا خلاصہ اور رہبانیت سے اس کے فرق کی طرف مختصر الفاظ میں بلیغ اشارہ کردیا گیا ہے؛ لیکن آنحضرتؐ کی تعلیمات کو شعر میں بیان کرنے کے لیے علم وقدرت بیان دونوں کی ضرورت ہے؛ کہیں ایسا نہ ہو کہ سرکار دو عالمؐ کی طرف ایسی بات منسوب ہو جائے جو آپ کے منشا کے خلاف ہو۔

نعت گوئی کا ساتواں ادب شاعر نعت کے تخلص کا استعمال ہے، کیونکہ شعراء کا کلام میں اپنا تخلص ذکر کرنا اس کی دلیل خیر القرون میں ملتی ہے؛ چنانچہ حضرت ابومعکت اسدیؓ کا پاکیزہ کلام ہے ۔

یقول ابومعکت صادقا　　علیک السلام یا ابا القاسم

سلام الالہ وریحانہ　　وروح المصلین والصائم

یعنی ''ابومعکت سچی بات کہتا ہے کہ ابوالقاسم آپ پر سلام ہو، آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور خوشی ہو اور نمازیوں اور روزہ داروں کی طرف سے خوشی اور رحمت ہو'' حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا کلام ہے جس کا ایک شعر یوں ہے ۔

وکن لی شفیعا یوم لاذوشفاعۃ　　سواک بمغنی عن سواد بن قارب

یعنی ''آپ میرے شفیع بن جائیں جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کے کام نہیں آئے گا'' اس سے معلوم ہوا کہ اگر حسن نیت کے ساتھ تخلص کا استعمال ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ اگر وہ طلب شفاعت اظہارِ عقیدت ومحبت، تواضع وانکساری اور اپنی کوتاہیوں کا اقرار، احساسِ ندامت پر بےقراری وغیرہ کا آئینہ دار ہو تو جائز ہی نہیں مستحسن بھی ہے، ہاں اگر خود نمائی، قادر الکلامی اور سخن دانی مقصود ہو تو اس کے مذموم ہونے میں کوئی شک نہیں۔

نعت گوئی کا آٹھواں اور اہم ادب شائستگی وسنجیدگی اور آپؐ کی ذات والا صفات کا مکمل لحاظ رکھنا ہے؛ بالخصوص نعت میں کوئی ایسی چیز یا اس کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا جو آپ کی تعلیمات کے خلاف ہو ہرگز اپنانے کی گنجائش نہیں ہے، مثلاً نعت کا گھروں، بازاروں یا دیگر دینی محافل میں اس بڑی آواز سے لگا دینا کہ دور دور تک اس کی آواز سنائی دے درست نہیں ہے؛ کیونکہ نعت گوئی کے آداب میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کو بغور سنا جائے دل کے کان اس کی طرف متوجہ ہوں اور قلوب تاثر لیں مگر اس طریقہ سے نعت سنانے میں یہ چیز مفقود نظر آتی ہے، ادھر نعت بھی چل رہی ہے اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں بھی مصروف ہیں کوئی اس کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے، علاوہ ازیں بڑی آواز سے نعت لگانے کا ایک نقصان ایذاء مسلم بھی ہے؛ کیونکہ محلوں میں بیمار، کمزور قسم کے لوگوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے جس شریعت میں راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے پر صدقہ اور نیکی کی بشارت دی گی ہے تو کیا اُس میں کسی کو اس عنوان سے تکلیف دینا صحیح ہو سکتا ہے؟ ایک نہایت ہی اہم پہلو جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ کہ اس وقت عموماً جو نعتیں آپؐ کی شان میں لگائی جاتی ہیں اُن میں ''بیاک گراؤنڈ میوزک'' کا ایک نیا ہی سلسلہ شروع ہو گیا ہے، جو کسی قیمت پر شرعاً درست نہیں ہے، رسول اللہؐ نے خود راگ

باجوں کا مٹانا اپنی بعثت کا مقصد بتایا، قرآن مقدس میں گانے بجانے اور موسقی کو لہوالحدیث (غافل کرنے والی چیزیں) شیطانی آواز، بیہودہ مشغلہ قرار دیا گیا ہے، احادیث مبارکہ اس پر صریح دال ہیں کہ موسیقی اسلامی روح کے خلاف ہے؛ چنانچہ آپؐ نے جب راہ چلتے بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں رکھ لیں اور آواز ختم ہونے تک یہی عمل فرمایا (ابوداؤد، ابن ماجہ) سوچنے کا مقام ہے کہ آپؐ نے جس شیطانی آواز کو لمحہ بھر سننا گوارا نہ فرمایا آج آپؐ کے نام لیوا اس پر اس درجہ فریفتہ ہیں کہ انہیں لمحہ بھر اس کی جدائی گوارا نہیں؛ حتیٰ کہ نعت جو خالص نبی کی شان میں مدحت تعریف وتوصیف کا ذریعہ ہے اس میں بھی اس شیطانی عمل کو داخل کر دیا، حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ دو آوازیں دنیا وآخرت میں ملعون ہیں، ایک گانے کے ساتھ راگ باجوں کی آواز، دوسری مصیبت کے وقت چیخنے چلانے کی آواز (بزار، بیہقی) غور کریں کہ کیا نعت جیسی مقدس اور پاکیزہ صنف سخن کے ساتھ یہ عمل درست ہوسکتا ہے؛ حالانکہ درحقیقت نعت میں اس قسم کی موسیقی نعت کے ساتھ اور آپؐ کی لائی ہوئی تعلیمات کے ساتھ کھلا ہوا ظلم اور برجستہ گستاخی ہے، جس سے کلی اجتناب ہر سچے عاشق رسول کے لیے ضروری ہے؛ جہاں تک موسیقی کے جواز پر دف بجانے اور سماع کے وقت بعض صوفیہ کے ساز بجا کر کلام سننے کی بات ہے تو یاد رکھنا چاہیے کہ دَف بجانے کے لیے کئی شرائط ہیں اور اس کے باوجود بھی صرف امام شافعیؒ کے یہاں اس کی گنجائش ہے، حنیفہؒ کے پاس نہیں؛ کیونکہ اکثر فقہاء اسے بھی ناجائز قرار دیتے ہیں اور یہ اختلاف بھی صرف سادہ دَف کے متعلق ہے، ساتھ ہی یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کی جاسکتی کہ فی زمانا ایسے دَف کا وجود ہی کہیں نظر نہیں آتا جو اہلِ عرب کے یہاں رائج تھا؛ لہٰذا آج کل نعتوں میں جو موسیقی یا بیاک گراؤنڈ میوزک سسٹم ہے وہ صریح طور پر گناہ اور ناجائز ہے۔

حرفِ آخر: نعت گوئی سے متعلق مذکورہ تمام آداب کی رعایت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ نعت میں اچھے شعر کی تمام ادبی خصوصیات موجود ہوں، یعنی اس ذات والا صفات صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وتوصیف اس انداز سے کی جائے جس سے سننے اور پڑھنے والے تأثر لیں، علاوہ ازیں نعت گوئی میں جس چیز کو بنیادی اہمیت حاصل ہے وہ کہنے والا کا اخلاص اور حقیقی جذبہ محبت ہے؛ کیونکہ اچھی نعت اس وقت تک نہیں کہی جاسکتی جب تک دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واطاعت کے جذبہ سے سرشار نہ ہو؛ اگر دل اس متاع بے بہا سے محروم ہے تو محض لفاظی سے نعت کا حق ادا نہیں ہوسکتا اور اگر دل جذبہ محبت واطاعت سے آباد ہو تو اسے لفاظی کی حاجت نہیں ہوتی؛ پھر تو سیدھے سادھے الفاظ بھی دل میں اُتر جانے کی تاثیر حاصل کر لیتے ہیں؛ چنانچہ حالؔی مرحوم کی نعتیہ شاعری اس کی بہترین مثال ہے ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا ۔۔۔ مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا ۔۔۔ وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

اسی طرح ماہر القادری کے اشعار بھی اس کی شاندار مثال ہیں ؎

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی ۔۔۔ سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے ۔۔۔ سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

خلاصہ یہ کہ نعت درحقیقت محبت کے جذبۂ صادق کی آئینہ دار ہوتی ہے اور چونکہ محبت کو کسی لگے بندھے اسلوب میں مقید نہیں کیا جاسکتا؛ اس لیے اس کے عنوانات ان گنت اور اس کے اُسلوب بے شمار ہیں؛ اس لیے نعت کے مضامین واسالیب بھی احاطۂ شمار میں نہیں لائے جاسکتے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا جذبہ پیدا فرمائے اور آپ کے شایانِ شان نعت گوئی ونعت سمعی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔